قسط اوّل:-

کورستان کی علمی سیر

(از مولانا خالد کمال مبارکپوری (فاضل دیوبند)

آج کی محفل میں قارئین دار العلوم کو ایک ایسی کتاب کی سیر کرانا چاہتا ہوں جو اپنی نوعیت و موضوع کے لحاظ سے منفرد اور دلچسپ ہے یعنی "نکت الھمیان فی نکت العمیان"

جس کے مصنف مشہور ادیب علامہ صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی۔ متوفی ۷۶۴ھ ہجری ہیں۔ تین سو سترہ (۳۱۷) صفحہ کی یہ کتاب موتمر کی مجلس تحفیری کی منظوری سے شائع ہوئی ہے جس کے صدر حسین پاشا رشدی تھے، اور اس کی دیکھ بھال مجلس وزارت کے سکریٹری، اور مجلس علمی کے ایک سرگرم کارکن استاد احمد زکی پاشا کے ذمے سپرد کی گئی جنہوں نے بحسن و خوبی اس خدمت کو انجام دیا۔ سنہ ۱۳۲۹ ہجری النبوی ص میں مطبع جمالی مصر سے چھپ کر شائع ہوئی۔

یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اندھے ارباب علم و فضل اور نابینا صاحب حکمت و فن کے مختصر تعارف اور اُن کی علمی و فنی خدمات پر مشتمل ہے، اور غالباً اس فن میں یہ پہلی تصنیف ہے جو منظر عام پر لائی گئی ہے۔ اس کتاب میں بصارت سے محروم مبصروں کے حالات و خدمات کے علاوہ بہت سی ایسی فصلیں شروع میں قائم کی گئی ہیں جو علمی و دینی اور مذہبی اعتبار سے بینا و نابینا کے مسائل و احکام میں فارق و حد فاصل ہیں، یہ مفید بحثیں جو کتابوں میں منتفرق طور سے پائی جاتی ہیں، ایک جگہ جمع ہو کر موضوع اور کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہیں اور پڑھنے والوں کی دلچسپی کا سامان پیدا کر دیتی ہیں، جن کی فہرست مصنف کی ترتیب کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:-

پہلا مقدمہ - اعمیٰ کی لغت و اشتقاق۔
دوسرا مقدمہ - اعمیٰ کے معرب و مبنی ہونے کی بحث۔
تیسرا مقدمہ - اعمیٰ اور عمی کی تعریف۔
پہلی فصل - سماعت و بصارت میں افضل کون؟

بقیہ مضمون مولانا ابو محمد رام نگری

استعمال فرمایا ہے۔ میرا خیال ہے مدیر تجلّی اور رومی صاحب نماز کے درود میں "اللھم صل علی محمد" کے ساتھ "وعلی آل محمد" نہ پڑھتے ہوں گے، یہ صحیح ہے کہ ہم تمام آل رسول کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" نہیں لگاتے، لیکن حضرات حسنین رض کے ساتھ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو تعلق خاطر تھا اسکی بناء پر از راہ محبت خاصان حق حضرات حسنین رض کے اسمائے مبارک کے ساتھ "علیہ السلام" لکھیں اور بولیں تو یہ کوئی نازیبا بات بھی نہیں ہے کہ اُن کو سبائی یا سبائیت سے متأثر قرار دیا جائے، سنّی علماء عام طور پر ان دونوں ریحانین رسالت کے نام کے ساتھ از راہ محبت "علیہ السلام" لکھتے ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ہم تمام ہی صحابہ رض اور اہلبیت پر سلام بھیجتے ہی ہیں، اگر از راہ عناد مدیر تجلّی اور رومی صاحب کو حضرات حسنین رض کے نام نامی کے ساتھ "علیہ السلام" کا لکھنا سبائیت معلوم ہوتا ہے تو اس پر معترض ہونا بھی خارجیت کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ عباسی صاحب کی پھیلائی ہوئی بدعقیدگی سے متأثر ان کے حامیوں کی جسارتیں اس حد تک پہنچ گئیں کہ حضرت شاہ عبد العزیز اور حضرت نانوتوی رحمہما اللہ سبائیت سے متأثر قرار دیے جانے لگے، معلوم نہیں حضرات علماء کرام اس ضلالت کے اور کس مرحلے پر پہونچنے کے بعد اس کے سد باب کی طرف متوجہ ہوں گے۔ یہ مضمون کافی طویل ہو گیا، عباسی صاحب اور ان کے ہمنوا ناضلین سے مجھے جو کچھ پوچھنا ہے وہ ان شاء اللہ مضمون کی دوسری قسط...... میں ملاحظہ فرمائیں

اِس فصل کے خاتمہ میں یہ بحث بھی شامل ہے کہ اعمی خواب دیکھتا ہے یا نہیں؟ اور خواب کی تعبیر کا علم اعمی جان سکتا ہے یا نہیں اور ایک تتمہ لگا کر یہ بحث بھی پیش کردی کہ اندھا ملک الموت کو دیکھتا ہے یا نہیں؟۔

دوسری فصل۔ اندھوں میں قوتِ مردانگی کی کثرت۔

تیسری فصل۔ اندھے اور اندھے پن کے بعض فوائد۔

چوتھا مقدمہ۔ اندھوں سے متعلق آیات کی تفسیر۔

پانچواں مقدمہ۔ اعمی اور عمی سے متعلق احادیث و آثار۔

چھٹا مقدمہ۔ انبیاء کے لئے اندھا پن جائز نہیں ہے۔

ساتواں مقدمہ۔ اندھوں کے وہ فروعی احکام جو بیناؤں کے مخالف ہیں جن میں بیس سے زائد مفید و ضروری مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

آٹھواں مقدمہ۔ مادر زاد اندھے پن کی حقیقت نجومیوں کی نظر میں۔

نواں مقدمہ۔ اندھوں کے عجیب و غریب کارنامے و واقعات

دسواں مقدمہ۔ اندھوں کے اشعار اور اُن کی غزلیں وغیرہ۔

مقدمات کا خاتمہ۔ اندھوں کی ذکاوت و فہم اور وہ واقعات جن سے اُن کی ذکاوت مترشح ہوتی ہے۔

اِس کے مصنّف نے حروف تہجی کے حساب سے اُن اعمی کے تین سو سے زائد اسماء اور ان کے مختصر حالات و واقعات بیان کئے ہیں جو اُن کے اہم علمی، دینی، فنی کارنامے ہیں۔

مصنّف نے وسعت موضوع کے سبب اس کتاب میں ہر اس اعمی کا تذکرہ کر ڈالا ہے جو زندگی کے کسی بھی وقت میں کسی سبب اندھا ہوا ہو چاہے کسی اچانک حادثہ میں اندھا ہوا ہو، یا عمر کے آخری وقت میں قوتِ بصارت جواب دے بیٹھی ہو، یا جواب تو نہ دے بیٹھی ہو مگر کام لینا بھی مشکل ہو، ان تمام اقسام کو مصنّف نے اس کتاب میں داخل کرلیا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے ایسے اسماء بھی نظر آجاتے ہیں جن پر چونک جانا پڑتا ہے۔ لیکن مصنّف نے اپنے مطمح نظر کے ماتحت اُسے بھی داخل کرلیا ہے۔

اِس کتاب سے قبل اس موضوع پر متاخرین میں سے کسی نے کوئی مستقل تصنیف نہیں کی، البتہ متفرق طور پر اِس کی کچھ روشنی ملتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین نے اُس پر نظر رکھی اور اس کی ضرورت محسوس کی۔ لیکن کسی وجہ سے اُسے تکمیل تک نہ پہونچا سکے۔

سب سے پہلے ابن قتیبہ متوفی ۲۶۷ھ کے ہاں اس کی جھلک ملتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "المعارف" کے آخر میں مکاضیف کے بارے میں ایک فصل قائم کی ہے، جس میں اس سلسلہ کی مشہور شخصیتوں کو علی الترتیب یوں ذکر فرمایا ہے:۔

"ابوقحافہ حضرت ابوبکر کے والد محترم ابوسفیان بن حرب براء بن عازب جابر بن عبداللہ کعب بن مالک، حسان بن ثابت عقیل بن ابی طالب ابواسید ساعدی قتادہ بن نعمان ابوعبدالرحمٰن سلمی قتادہ بن دعامہ مغیرہ بن مقسم ابوبکر عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام۔ قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ۔ اخیر میں اندھے ہوگئے تھے۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود معاویہ بن سبرہ سعد بن ابی وقاصؓ۔ آخری عمر میں قوتِ بصارت نے جواب دے دیا تھا۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ۔ آپ کی بصارت بھی رخصت ہوگئی تھی۔ علی بن زید۔ آپ اندھے ہی پیدا ہوئے تھے۔ ابو ہلال راسبی۔ ابویحییٰ بن محرز ضبی"

اِس کے بعد ہی تین اور اسماء کو ذکر کیا ہے:۔

"عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب اور ان کے باپ عباس بن عبد المطلب اور دادا عبد المطلب"

اِس کے بعد مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جوزیؒ کی کتاب "تلقیح فہوم اھل الاثر" میں اِس قسم کی ایک فصل دیکھی، جس میں یوں تحریر ہے:-

انبیاء میں حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام

شرفاء میں عبدالمطلب بن ہاشم امیہ بن عبد شمس زہرہ بن کلاب کلاب بن مرۃ مطعم بن عدی۔

صحابہؓ میں براء بن عازب جابر بن عبداللہ حسان بن ثابت حکم بن ابی العاص سعد بن ابی وقاص سعید بن یربوع صخر بن حرب (ابوسفیان) عباس بن عبدالمطلب عبداللہ بن ارقم عبداللہ بن ابی اوفیٰ عتبان بن مالک عتبہ بن مسعود ہذلی عثمان بن عامر (ابوقحافہ) عقیل بن ابی طالب عمرو بن ام مکتوم قتادہ بن نعمان کعب بن مالک مالک بن ربیعہ ابو اسید ساعدی مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہم اجمعین

تابعینؒ میں عطاء بن ابی رباح ابوبکر بن عبدالرحمٰن قتادہ بن دعامہ ابوعبدالرحمٰن سلمی ابو ہلال راسبی رحمہم اللہ علیہم

گویا ابن جوزیؒ نے صرف تین انبیاء علیہم السلام کے تذکرے کا اضافہ کیا ہے، اور صحابہؓ کے اسماء میں حروف معجم کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے، حالانکہ ابن جوزیؒ اگر ذرا توجہ فرماتے تو اس پر کئی گنا اضافہ فرما سکتے تھے۔ کیوں کہ آپ کا زمانہ ابن قتیبہؒ کے زمانہ سے بہت مؤخر ہے، ابن قتیبہ کی وفات کا سنہ ۲۷۶ھ ہے اور آپ کا سنہ وفات ۵۹۷ھ ہے جن میں دو سو تئیس ۲۲۳ سال کا فرق ہے۔

اِس سلسلہ میں ان دونوں بزرگوں کے بارے میں بدگمانی کرنے کے بجائے یہ سوچ لینا چاہیئے کہ بہت ممکن ہے اُنہوں نے مشاہیر اعمی کے تذکرے کے بعد غیر مشہورین کا ذکر ضروری نہ سمجھا ہو اور بقیہ کا تذکرہ چھوڑ دیا ہو۔

اِس سلسلہ کا تیسرا ماخذ مصنف نے ابوعباس احمد بن علی بن بانہ کے ہاں پایا، جسے انہوں نے اپنی کتاب "راس مال الندیم" میں اشراف العمیان کے تحت ذکر کیا ہے، جس کی ترتیب یوں ہے:-

"حضرت شعیب و اسمٰعیل علیہما السلام زہرہ بن کلاب بن کعب بن مرۃ عبدالمطلب بن ہاشم عباس بن عبدالمطلب عبداللہ بن عباس امیہ بن عبد شمس حکم بن عاص ابوسفیان بن حرب حارث بن عباس بن عبدالمطلب مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ عتبہ بن مسعود ہذلی ابو احمد بن جحش بن مسعود اسدی جابر بن عبداللہ عبداللہ بن ارقم براء بن عازب حسان بن ثابت قتادہ بن نعمان ابو اسید ساعدی قتادہ بن دعامہ درید بن صمہ جشمی مخرمہ بن نوفل زہری فاکہ بن مغیرہ مخزومی خزیمہ بن خازم"

مصنف نے چھان بین کے بعد انہیں مآخذ کو پایا جو تقریباً ایک ہی ہیں، ان تینوں کے مراتب کو مصنف نے یوں ذکر کیا ہے:-

واسبق ان السابق لذالک ابن قتیبہ ثم بعدہ ھذا ابن بانۃ

"میرا خیال ہے کہ اس فن میں ابن قتیبہؒ کو پہلا، اور ابن بانہ کو دوسرا، اور ابن جوزیؒ..."

بقیہ "کورستان کی علمی سیر"

ثم ابن الجوزیؒ" کو تیسرا درجہ حاصل ہے"

اِس سلسلہ کا چوتھا ماخذ خطیب بغدادیؒ کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے، جو اندھوں کے بارے میں تصنیف کیا گیا ہے لیکن اس کتاب کی تصنیف کے وقت تک وہ رسالہ مصنّف کی نظر سے نہیں گذرا۔

اِس کے بعد مصنف اِس کتاب کا سبب تالیف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک دن علماء کی مجلس میں ان مضامین کا تذکرہ چھڑ گیا جن کو میں نے "شرح لامیۃ العجم" میں ذکر کیا ہے اور بڑے بڑے نامور اندھوں کا تذکرہ کیا ہے اثناء گفتگو میں بعض علماء نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اس موضوع پر الگ سے مستقل ایک کتاب تصنیف کر ڈالوں اور اُس میں صرف اندھوں کے حالات درج ہوں، دوستوں کا یہی تقاضا آج اِس کتاب کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ (بقیہ آئندہ)

دوسری قسط:-

کورستان کی علمی سیر

(از مولٰنا خالد کمال مبارکپوری)

بقول مصنف عین ومیم کے بعد جو مادہ شروع ہوتا ہے اس میں پوشیدگی یا حق سے پھر جانے کے کوئی نہ کوئی معنی ضرور پائے جاتے ہیں، اس دعوی کی دلیل کے لئے مصنف نے بہت سے الفاظ مثلاً عمج، عمرد، عمد، عمر، عمس عمرس، عملس، عمش، عملص، عمط، عمرط، عمق، عملق، عمل، عمم، عمن، عمہ، لکھے اور بعد میں اصل مقصود یعنی عمی کو ذکر کیا ہے اور اصحاب لغت کے اقوال کی روشنی میں یہ بتلایا ہے کہ ان تمام کے اندر ستر اور عدول عن الحق کے معانی ضرور پائے جاتے ہیں۔

لفظ عمی کا ماخذ!

عمی کے معنی بصارت کے جانے، نہ دیکھنے اور اشیاء مرئیہ کے نظر سے چھپ جانے کے ہیں۔ چنانچہ عرب بولتے ہیں عَمِیَ (اندھا ہوا)۔ قَوْمٌ عُمْیٌ (اندھی قوم) اَعْمَاہُ اللہُ تَعَالٰی (اللہ نے اسے اندھا کر دیا)۔ تَعَامَی الرَّجُلُ (آدمی خود اندھا بنا)۔ عَمِیَ عَلَیْہِ الْاَمْرُ (التباس پیدا ہو گیا)۔ رَجُلٌ عَمِیُّ الْقَلْبِ (جاہل انسان)۔ اِمْرَأَۃٌ عَمِیَّۃُ الْقَلْبِ (جاہل عورت)۔ قَوْمٌ عَمُوْنَ (جاہل قوم)، فِیْہِمْ عَمِیَّتُھُمْ (اس قوم کے جاہل لوگ)، الاعمیان السیل (اندھا دھند سیلاب یا بپھرا ہوا اونٹ)، عَمِیَ الْمَوْجُ یعمی عمیً (دریا نے جھاگ پھینکا)، عَمِیَتْ مَعْنَی الْبَیْتِ تَعْمِیَۃً (شعر کا معنی معمہ بن گیا)، تَرَکْنَاھُمْ فِیْ عُمْیٍ (ہم نے اُن کو موت کے منہ میں چھوڑا)۔ اَلْعَمْنَاءُ (بدلی جو دھوئیں کے مشابہ ہو اور پہاڑ کے سروں پر پھیلی ہو)۔ المعامی والاعماء (وہ زمین جس میں عمارت وغیرہ کا کوئی اثر نہ ہو)۔ اَتَیْتُ صِلَّۃً عُمَّی (میں اس کے پاس ظہر کے وقت آیا) بعض نے کہا کہ

بقیہ "یارانِ نبیؐ"

قرآن مجید میں سونا اور چاندی جمع کرنے والوں، اُسے سینت سینت کر رکھنے والوں، اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے والوں پر وعید نازل ہوئی، انھیں بتایا گیا کہ ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا بھڑکتا ہوا غضب تیار ہے۔ حضرت مالک بن ثعلبہؓ نے سُنا تو اُنھیں غش آ گیا، شام ہونے سے پہلے پہلے سب کچھ خیرات کر دیا۔

حکم نازل ہوا کہ "مسلمانو! نبیؐ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہارا سب کچھ کیا کرایا حبط ہو جائے، اور تمہیں اسکی خبر بھی نہ ہو" اِس حکم نے حضرت عمر فاروقؓ کی آواز کو اتنا پست کر دیا کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی بات کرتے تو معلوم ہوتا جیسے سرگوشی کر رہے ہوں۔ حضرت ثابتؓ بن قیس کی آواز طبعاً بلند تھی، وہ حکم سُنکر گھر بیٹھ گئے، اور روتے رہے کہ بارہا وہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بلند آواز سے بولے تھے اس لئے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں تسلی دی تب وہ مطمئن ہوئے۔ اِس طرح قرآن کی ہر آیت جب نازل ہوتی تھی، تو حضورؐ کے صحابہؓ میں سے ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ ہر لفظ ہر حکم کا مخاطب وہ تھا اور اُس پر عمل نہ کرنے کا وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ فقط

عُمَیٰ قوم عمالقہ کے ایک فرد کا نام تھا جس نے ظہر کے وقت ایک قوم پر دھاوا بول کر تباہی مچا دی تھی لہذا اسی کی نسبت سے ظہر کا وقت مراد لیا جانے لگا۔ بعض کا خیال ہے، کہ عُمَیٰ سے مراد ہرن ہے کیوں کہ وہ جب ظہر کے وقت نکلتا ہے تو سامنے جو چیز آتی ہے اُس سے اندھوں کی طرح ٹکرا جایا کرتا ہے۔

اِن مذکورہ بالا محاورات و عبارات میں جیسا کہ آپ نے مُلاحظہ فرمایا خفاء و پوشیدگی اور مقصد سے ہٹنے کے کچھ نہ کچھ ضرور معنی پائے جاتے ہیں۔

اعمیٰ نحو صرف کی روشنی میں!

لفظ اعمیٰ غیر منصرف ہے کیونکہ اس کے اندر دو اسباب جو غیر منصرف ہونے کیلئے ضروری ہیں، پائے جاتے ہیں۔ ایک سبب صفت، دوسرا وزن فعل، اور لفظ اعمیٰ یائے کے ساتھ اس لئے لکھا جاتا ہے کہ تانیث کی صورت میں عمیاء آتا ہے جس میں یاء موجود ہے۔

عربیت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ الفاظ جو تعجب یا لون یا وقتی مصائب کے معنی کو ظاہر کرتے ہیں اُن کا اسم تفضیل افعل کے وزن پر نہیں آتا جو اسم تفضیل کا اصل وزن ہے، لہذا "ھذا اسود من ھذا" (یہ اس کی بہ نسبت زیادہ سیاہ ہے) نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ اسود رنگ کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح "ھذا احمر من ھذا" (یہ اس کے اعتبار سے زیادہ سُرخ ہے) بھی نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ اس کے اندر بھی رنگ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح "ھذا اعور من ھذا" (یہ اس کی بہ نسبت زیادہ اندھا ہے)، اور "ھذا اعرج من ھذا" (یہ بہ نسبت اس کے زیادہ لنگڑا ہے) بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں عیب اور آفت کے معنی کے حامل ہیں بلکہ اگر ان میں تفضیل و زیادتی بتلانا مقصود ہو تو ھذا اشد سواداً اور ھذا اشد حمرۃً کہنا چاہئے۔

اِس قاعدے پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ مندرجہ ذیل آیت اِس قاعدے سے بے نیاز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنۡ كَانَ فِىۡ هٰذِهٖۤ اَعۡمٰى فَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ اَعۡمٰى وَاَضَلُّ سَبِيۡلًا (قرآن)

"اور جو کوئی ہے بیچ اِس دُنیا کے اندھا پس وہ بیچ آخرت کے اندھا ہے اور بہت کھویا ہوا ہے راہ"

یہاں پر اعمیٰ جو عیب کے لئے آتا ہے اسم تفضیل کے صیغہ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ یہاں اعمیٰ سے مراد ظاہری عمی نہیں ہے بلکہ عدم بصیرت مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں اسکو صاف کر دیا گیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:۔

فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ۔ (قرآن)

"پس تحقیق وہ نہیں اندھی ہو جاتی ہیں آنکھیں ولیکن اندھے ہو جاتے ہیں دل وہ جو بیچ سینوں کے ہیں"

مشہور قاری ابو عمرو حفص نے اِسی فرق کو ظاہر کرنے کیلئے:۔ "من کان فی ھذہ اعمیٰ" کے اندر امالہ اور "فھو فی الاخرۃ اعمیٰ" میں تفخیم کی ہے۔

اِس قسم کی دوسری اہم اور فائدہ بخش علمی بحثیں مصنف نے اِس بحث کے ذیل میں درج فرمائی ہیں جو بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔ آخر میں چند مثالوں کو ذکر فرمایا ہے جو اندھوں سے متعلق نحو و صرف کے اعتبار سے اِسی بحث کے ضمن میں آنا چاہئے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱) اعمیٰ لا یقود شجعۃ (اندھا زیادہ دنوں تک قیادت نہیں کر سکتا)

(۲) ھکذا عمی (وہ وقت کہ گرمی فرطِ حرارت سے اندھی ہو جائے)

(۳) نظر تو اعمیٰ و البصیر (یہ ایسے وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص بغیر سمجھے بوجھے اور مصالح کو مدنظر رکھے کوئی کام کر گذرے)۔

(۴) احذر الاعمیین (دو چیزوں سے ڈرنا چاہئے سیلاب اور بپھرے ہوئے)

(۵) الاعمی یجری علی السطح و یقول ما راٰنی احد (اندھا جب چھت پر چڑھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھتا)۔

(۶) قد ضل من کانت العمیان تھدیہ (جس کی قیادت...... اندھے کریں وہ گمراہ ہوا)

عمیٰ کی تعریف!

اس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ عمیٰ عدم بصر کا نام ہے لیکن اس کے اندر بصر کی صلاحیت من وجہ موجود ہو لہذا عمیٰ وجودی شئے ہے اور عمیٰ و بصر کے درمیان عدم ملکہ کا تقابل پایا جاتا ہے جیساکہ سمع اور صمم کے درمیان بھی یہی تقابل بتلایا جاتا ہے۔

اعمیٰ خواب دیکھتا ہے!

بعض حضرات کا خیال ہے کہ نابینا حضرات خواب دیکھتے ہیں جیسے کہ بینا حضرات دیکھتے ہیں، اور بعض نے کہا وہ خواب سرے سے دیکھتا ہی نہیں۔

اصل میں یہ مسئلہ تفصیل چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اچھا خاصا بینا تھا اور بعد میں اس پر عمیٰ کا طریان ہوا ہے تو وہ خواب دیکھتا ہے، کیونکہ قوت متخیلہ خواب میں ان اشیاء کا ارتسام کرتی ہے جو اس نے طریان عمیٰ سے قبل دیکھا بھالا ہے چاہے وہ اختلاف الوان کی شکل میں ہو یا اختلاف جنس کی شکل میں قوت متخیلہ بہر حال ان کے ارتسام پر قادر ہے، البتہ وہ خود اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتی، کیونکہ وہ قوت ارادیہ نہیں ہے، اور کوئی شخص مادر زاد کور ہے اور اس نے پیدا ہونے کے بعد دنیا کی رنگینی کو نہیں دیکھا تو وہ خواب میں صرف انہیں احوال کو دیکھ سکتا ہے جن کا اس سے روزمرہ کی زندگی سے تعلق رہتا ہے مثلاً:- کھانا پینا، سوار ہونا، دوسروں سے بحث مباحثہ کرنا، وغیرہ۔

بقول ابن سینا، نومولود بچہ چالیس دن کے بعد ہنسنا شروع کرتا ہے، چار ماہ بعد خواب دیکھتا ہے بقول مصنف اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے ثدیین کو منہ میں لگا کر پیتے ہوئے دیکھتا ہے کیونکہ ہم اکثر بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ نیند کے عالم میں دودھ پینے کی کیفیت کے ساتھ متکیف ہوتے ہیں حالانکہ ان کے منہ میں ثدیین نہیں ہوتے پھر بھی وہ اس طرح منہ کو حرکت دیتے ہیں گویا پی رہے ہیں، اسی طرح ہم اکثر گھوڑوں کو بھی دیکھتے ہیں کہ وہ کھڑے کھڑے سو جاتے ہیں اور اس اثناء میں ہنہنانے بھی لگتے ہیں حالانکہ وہ نیند کے عالم میں مستغرق ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھوڑا خواب دیکھتا ہے کہ میں ہزاروں گھوڑوں کے درمیان کھڑا ہوں اور میرے اردگرد گھوڑوں کی ایک کثیر جماعت موجود ہے۔

اسی طرح ارسطو کا قول ہے کہ کتا خواب دیکھتا ہے بہر حال وہ مادر زاد اندھا جس نے دنیا نہ دیکھی ہو، وہ خواب میں نہ چاند سورج دیکھ سکتا ہے، نہ آسمان اور ستارے دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی دریا، پہاڑ وغیرہ جو اس کی قوت متخیلہ سے باہر ہیں، دیکھ سکتا ہے۔

(۱) عمیٰ کی تعبیریں!

علم تعبیر کے ماہرین کا خیال ہے کہ اگر کسی نے خواب دیکھا کہ وہ اندھا ہو گیا، تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ مالدار ہوگا، اور اگر وہ خواب دیکھنے کے بعد قسم کھالے، کہ میں مالدار ہو گیا تو حانث نہ ہوگا کیونکہ قرآن میں ہے:-

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ (قرآن) "نہیں اوپر اندھے کے تنگی"

(۲) اگر کسی نے خواب دیکھا کہ وہ اندھا ہو گیا ہے تو اسکی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اگر حافظ قرآن ہے تو اسے بھول جائیگا کیونکہ ارشاد باری ہے:-

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ اَعْمٰی وَقَدْ كُنْتُ بَصِیْرًا ط قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ

"کہے گا اے میرے رب! کیوں اٹھایا مجکو اندھا اور تحقیق تھا میں دیکھنے والا،"

أیا تنا فنسیتها وکذلك الیوم تنسیٰ (قرآن) کہے گا اسی طرح آئی تھیں تیرے پاس نشانیاں ہماری، پس بھول گیا تو اُن کو اور اسی طرح آج بھلایا جائے گا تو"۔

(۳) اگر کسی نے خواب دیکھا کہ اسے کسی نے اندھا کر دیا ہے تو اسکی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص اسے گمراہ کر دیگا، اور اگر کافر اس قسم کا خواب دیکھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی رائے پر قائم نہ رہ سکے گا۔

(۴) اندھا گویا فقیر ہے لہذا اگر وہ کوئی غیر مناسب عمل کر بیٹھے تو اُس کے فقر کی وجہ سے اُس کے دین میں کوئی نقصان نہوگا اور اگر کوئی کافر خواب دیکھے کہ وہ اندھا ہوگیا ہو تو اسے یا گھاٹا ہوگا یا تاوان دینا پڑے گا، یا پھر اُسکو آلام ومصائب آگھیریں گے۔

(۵) اگر کافر نے خواب دیکھا کہ وہ سفید نئے کپڑے میں لپٹا ہوا ہے، تو عنقریب اُس کی موت واقع ہوگی۔

(۶) اگر کسی نے خواب دیکھا کہ وہ اندھا ہوگیا، تو اس کے اُوپر جہاد یا حج ضروری سمجھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وللہ علی النّاس حجّ البیت۔ (قرآن) "اور واسطے اللہ کے اوپر لوگوں کے حج کرنا ہے اس گھر کا"۔

اور اگر دیکھے کہ اسی حالت میں مجھے کوئی ساقی شراب پلا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ساقی اس کے لئے باعث نفع ہوگا، اور اسے توبہ وغیرہ کرا کے متمول بنا دے گا۔

(۷) اگر صحیح العین شخص نے دیکھا کہ وہ اندھا ہو گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شہرت خاک میں ملجائے گی اور کوئی اُسکی بات نہ سُنے گا، اور کبھی ایسا ہوگا کہ ایسا خواب دیکھنے والا علم و مرتبہ بھی پا جائے گا جیسا کہ حضرت اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۸) اگر کسی اندھے نے خواب دیکھا کہ اس نے قبلہ کی طرف پُشت کی ہے تو اُس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ گمراہی میں مبتلا ہوگیا ہے۔

(۹) نصاریٰ کے خیال کے مطابق اگر کسی نے خواب دیکھا، کہ اس کی آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان پردہ داری ختم ہوگئی۔

(۱۰) اگر کسی نے خواب دیکھا کہ اُس کی آنکھ پھوٹ گئی ہو تو اُس کا ڈوبا ہوا قرض مل جائے گا، یا اُسکو کسی چیز کا مناسب بدلہ ملے گا۔ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے "العین بالعین" اور اگر خواب دیکھا کہ اُسکی دونوں آنکھیں پھوڑ دی گئی ہیں تو اس کی کوئی محبوب اولاد مرے گی یا ایسی چیز کا خواب دیکھا کہ جو اُسے بہت محبوب ہے مثلاً مال، اولاد، گھر وغیرہ تو اسے کوئی آزار و تکلیف نہ پہونچے گی۔

(۱۱) اگر کسی نے خواب دیکھا کہ اسکی دونوں آنکھیں چلی گئیں، تو اُس کی اولاد، بھائی یا کوئی نہ کوئی اقارب رحلت کر جائے گا۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے خواب دیکھا کہ اُس کی آنکھیں نکل کر حلقہ میں معلق ہو کر گھوم رہی ہیں، جب صبح ہوئی تو اُس کے بھائی محمد اور لڑکے محمد کے انتقال کی خبر آئی۔

(۱۲) اگر ایسا خواب دیکھنے والا فقیر یا قیدی ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس میں مبتلا رہے گا۔

(۱۳) اگر ایسا خواب دیکھنے والا سفر کا ارادہ رکھتا ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ کبھی وطن واپس نہ ہوگا۔

(۱۴) اگر کسی نے خواب دیکھا کہ اس کی آنکھ دوسرے کے پاس ہے تو یہ اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ اُس کی بصارت رخصت ہو جائے گی یا دوسرا شخص اس کو راہ دکھلائے گا۔ اور اگر وہ اُس شخص کو پہچانتا ہے تو اُس کی لڑکی سے اسکی شادی ہوگی یا اُس سے کوئی نہ کوئی بھلائی ہوگی۔

(۱۵) ارطامیندورس کا خیال ہے کہ اگر کسی نے خواب دیکھا کہ اس سے کوئی دوسرا شخص کہہ رہا ہے کہ تم نہ مروگے، نہ زندہ رہ سکوگے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اندھا ہو جائے گا کیوں کہ مرنے کی کون ضمانت لے سکتا ہے؟ ہاں اندھا ہو سکتا ہے جو مرنے کے مترادف ہے۔

کیا اندھا ملک الموت کو دیکھ سکتا ہے؟

ابن ابی الدنیا نے بعض سلف سے روایت کی ہے کہ اندھا ملک الموت کو قبض رُوح کے وقت دیکھتا ہے۔ مصنّف نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کوئی اندھوں ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ پہلے لوگوں میں بھی ایک ایسی جماعت کا پتہ چلتا ہے جو قبض رُوح کے وقت فرشتوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہتی تھی اور اُن کو مخاطب بھی کرتی تھی حالانکہ ہم نہیں دیکھتے ہیں، یہ اصل میں انسان کے مراتب اور اس کے درجات سے ہوا کرتا ہے

تکمیلِ عمی کی شرط!

اندھے پن کے تکمیل کی شرط یہ ہے کہ اگر وہ اندھا سائل ہو تو سورۂ یوسف حفظ ہو، اس کے بعد مصنّف نے ابراہیم بن ہانی کا قول نقل کیا ہے، کہ فن قصّہ گوئی میں ماہر ہونے کے لئے ضروری ہے، کہ قصّہ گو اندھا ہو، اور اس کی آواز دردناک اور تیز ہو۔

جانوروں کے اندھے پن کا سبب اور اس کا علاج!

ارسطو نے اپنی کتاب "الحیوان" میں لکھا ہے کہ خطاف (کالے رنگ کا لمبے بازو اور چھوٹی ٹانگوں والا جانور) جب اندھا ہوتا ہے تو عین شمس نامی درخت پر بیٹھ کر اُس کی پتّیاں وغیرہ کھاتا ہے، جس کی وجہ سے اُس کا اندھا پن دُور ہو جاتا ہے، یہ درخت اندھوں کے لئے مفید ہے۔

اور سانپ کے متعلق تحریر کیا ہے کہ جب زمین پر لوٹتا ہے تو اُس کی بصارت رخصت ہو جاتی ہے اور جب فارغ ہوتا ہے تو رازیانج نامی زہر کو تلاش کرتا ہے اور اُس پر سے گزر جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صرف اُس پر سے گذرنے سے اس کی بصارت لوٹ آتی ہے۔ اِس وجہ سے رازیانج کے استعمال سے پہلے دھولینا ضروری ہے۔

اِسی طرح گوہ جب بل سے نکلتی ہے تو اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن جب کچھ دیر سُورج کی طرف دیکھ لیتی ہے تو اُس کی بصارت اپنا کام شروع کر دیتی ہے۔

ابن سینا حیوانوں کے متعلق لکھتا ہے، کہ:۔ جو بھی جاندار پیدا ہوتا ہے اُس کے دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ البتہ خلد (ایک جانور ہے جو زمین میں رہتا ہے اُس کے کان، آنکھ نہیں ہوتے) ہی ایک ایسا جانور ہے جو اس سے مستثنیٰ ہے، آنکھیں تو اس کے بھی ہوتی ہیں لیکن وہ ایک پتلی جلد سے ڈھکی ہوتی ہیں، وہ صرف اشیاء کے سایہ کا ادراک کر سکتا ہے رنگ اور شکل نہیں دیکھ سکتا۔

نجومیوں کا خیال ہے کہ چاند یا سُورج گہن کے وقت جو بچّہ پیدا ہوگا، وہ اندھا ہوگا۔ اِس بحث کو مصنّف نے بہت طول دیا ہے۔ لیکن موضوع خشک ہونے کے سبب ہم اسے نظر انداز کرتے ہیں *

(باقی آئندہ)

قسط نمبر ۳ :-

کورستان کی علمی سیر

(از مولانا خالد کمال مبارکپوری)

مؤذنِ رسول حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپؐ کے پاس قریش کے چند سردار مثلاً عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ وغیرہ پہلے سے موجود تھے، جنھیں آپ دعوتِ اسلام دے رہے تھے، اِسی اثنا میں حضرت ابن ام مکتومؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو جو علم عطا فرمایا ہے اُس میں سے کچھ مجھے بھی بتلائیے؟"

اپنے سوال کا بروقت جواب نہ پاکر دوبارہ سہ بارہ وہی کلمات دوہرائے، جنھیں اُس وقت بے موقعہ سمجھ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اُن سے مخاطبت ترک کر دی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی:-

عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی۔۔ "پیغمبر چیں بہ جبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ اُن کے پاس اندھا آیا"

(پ۳۰ ع ۵)

اِس کے بعد سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابن ام مکتومؓ کا بہت احترام کرتے اور اُنھیں جب دیکھتے تو فرماتے "مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی" یعنی مبارک ہو ایسے شخص کا آنا جس کے بارے میں میرے رب نے معاتبت کی"۔ اور اُن سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ تم کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟

اور انھیں مدینہ پر اپنی عدم موجودگی میں دو مرتبہ خلیفہ مقرر فرمایا۔

اِس آیت کی تفسیر میں امام فخرالدین رازیؒ نے چند سوالات و اعتراضات پیش کئے ہیں:-

پہلا سوال اور اس کا جواب!

اللہ تعالےٰ نے ابن ام مکتومؓ کے بارے میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا، حالانکہ وہ کئی اعتبار سے زجر و تادیب کے مستحق تھے مثلاً پہلی وجہ تو یہی تھی کہ اگرچہ ابن ام مکتوم اندھے تھے کسی کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن آپ کے خطاب و کلام کو ضرور سمجھتے تھے اور کلام کے سیاق و سباق سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ سردارانِ قریش سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو کس قدر اہم اور ضروری ہے، پھر اس کے باوجود درمیان میں بات کاٹ کر کود پڑنا اور مقصد کے حصول سے پہلے درمیان میں آجانا جرم نہیں تو پھر اور کیا ہے؟۔

امام رازیؒ کے اِس سبب کو مصنف نے اِس احتمال کے پیش نظر قابلِ اعتناء نہیں سمجھا کہ ممکن ہے ابن ام مکتومؓ نے آتے ہی اپنا سوال کر دیا ہو، اُنھیں یہ نہ معلوم ہوا ہو کہ یہاں قریش کے سردار اور سربرآوردہ حضرات بھی تشریف فرما ہیں ورنہ وہ موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے اتنا انتظار تو ضرور کر لیتے کہ ان کا معاملہ ایک طرف ہو جائے؟ اس احتمال کی موجودگی میں سلسلہ کلام منقطع کرنے کا جرم ان کے سر ڈالنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اہم شئے بہرحال مقدم ہوتی ہے حضرت ابن ام مکتومؓ اسلام لا چکے تھے اور ان کو دین کے ضروری مسائل معلوم کرنے کی ضرورت تھی، اور سرداران قریش کفار تھے ابتک اسلام نہ لائے تھے، ان کا اسلام پورے قریش بلکہ تمام عرب کے مسلمان ہونے کے مترادف تھا لہٰذا ایسی حالت میں ابن ام مکتومؓ کا درمیان میں آکر بات کاٹ دینا غیر معمولی جرم ہے۔

امام رازیؒ کے اس سبب کو بھی مصنف نے اسی احتمال کے پیش نظر کہ کیا ابن ام مکتوم نے صنادید قریش کی موجودگی کو محسوس کیا تھا ؟ کالعدم کر دیا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول کے پیش نظر کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَاءِ الحجرات اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ط (پ ۲۶ ع ۱۳) "جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں اُن میں اکثر کو عقل نہیں ہے"۔

حضرت ابن ام مکتوم کی یہ ندا اسی آیت کا مصداق بنکر کفار کے لئے ایمان سے روکنے کا سبب بن سکتی ہے، اور درمیان میں کودنا پڑنا تو بہت بڑا جرم ہے لہٰذا حضورؐ کا تادیب وزجر فرمانا کسی اعتبار سے غیر مناسب نہیں تھا، بلکہ ضروری تھا۔

اِسے بھی مصنف نے باقی نہ رکھا اور یہ کہہ کر امام رازی کے اس تیسرے سبب کو بھی ختم کر دیا کہ ابن ام مکتومؓ کا یہ کہنا کہ حضورؐ مجھے دین کی کچھ وہ باتیں بتلا دیجئے جو اللہ نے آپ کو بتلائی ہیں، اس آیت کا مصداق کبھی نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ لوگ جو اس آیت کے مصداق ہیں، حجروں کے پیچھے جاکر بآواز بلند چلایا کرتے تھے "یا محمد اخرج الینا" کہ اے محمد باہر نکلو"۔ اور اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سرداران قریش سے دو چار منٹ توقف کر کے حضرت ابن ام مکتوم کو دینی باتیں بتلا دیتے تو یہ خود اُن کفار کے لئے مفید ہی ہوتا اور وہ سُنکر اس سے کچھ نہ کچھ ضرور متأثر ہوتے۔

بہرحال امام رازیؒ نے اِس سوال کو ذکر کرنے کے بعد اِس کا دو طرح سے جواب دیا ہے، پہلا جواب تو یہ ہے کہ ظاہر واقعہ کو دیکھ کر مالداروں کو فقیروں پر مقدم کرنے اور مسکینوں کا دِل توڑنے کا گمان ہوتا ہے، اِس لئے معاتبت خداوندی کا نزول ہوا۔ تاکہ یہ غلط فہمی اور بدگمانی دُور ہو جائے جیسا کہ دوسری آیت میں اس کی نظیر یوں ملتی ہے:۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ (پ ۷ ع ۱۲) "اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں"۔

مصنف امام رازیؒ کے اِس جواب کو صرف ظاہر واقعہ ہی نہیں تسلیم کرتے بلکہ قرآنی تصریح قرار دیتے ہوئے اِس آیت سے استدلال کرتے ہیں:۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی (پ ۳۰ ع ۴) "جو شخص دین سے بے پرواہی کرتا ہے آپ اسکی تو فکر کرتے ہیں"

امام رازی کا دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید یہ آسمانی عتاب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل ظاہری پر نہ ہوا ہو بلکہ اس وجہ سے ہوا ہو کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرابت اور رشتہ داری کے سبب صنادید قریش کی جانب میلان طبع زیادہ ہو، اور اندھے سے اس کے اندھے پن، رشتہ داری کے فقدان اور قلت شرف کی وجہ سے کچھ نفرت سی رہی ہو، اور جب اس واقعہ کا ظہور ہوا تو معاتبت نازل ہوگئی جو تادیب کے طور پر نہیں بلکہ تادب کے طور پر تھی۔

دوسرا سوال اور اس کا جواب!

امام رازی کا دوسرا سوال یہ ہے کہ معاتبت خداوندی صرف آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ پھیر لینے سے ہوئی جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن ام مکتوم کی تعظیم مراد و مقصود ہی اور جب تعظیم مقصود ہی تو پھر اعمیٰ کے لفظ سے یاد کرنا سمجھ میں

نہیں آتا۔ کیونکہ کسی شخص کی تعریف کرتے وقت ایسے لفظ سے یاد کرنا جو طبعاً و فطرۃً تحقیر و تذلیل کے لئے آتے ہیں کچھ سمجھ سے باہر چیز ہے۔

اِس دوسرے سوال کا جواب خود امام رازی نے یوں دیا ہے کہ یہاں لفظ اعمی کا ذکر کرنا تحقیر و تذلیل کیلئے نہیں ہے، بلکہ یہاں مقصد یہ ہے کہ "اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ شخص اپنے اندھے پن کی وجہ سے نرمی اور مروت کا زیادہ مستحق ہے، آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کے ساتھ سختی سے پیش آئیں۔

تیسرا سوال اور اس کا جواب!

یہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم مصلحت کے پیشِ نظر اپنے اصحاب کے ساتھ جو عمل چاہیں کرنے کے مجاز اور حقدار ہیں۔ چنانچہ آپؐ اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ادب سکھلاتے اور غیر مناسب چیزوں سے روکا کرتے تھے، اور کیوں نہ آپ کو یہ اختیار ہو جبکہ آپ کی بعثت کے عظیم ترین مقاصد میں سے ایک اہم مقصد محاسن آداب کی تعلیم بھی ہے لہٰذا کبھی روگردانی کرنا، منہ پھیر لینا، اور کبھی شفقت و محبت کا مظاہرہ کرنا، آپؐ کی شان کے منافی نہیں بلکہ عین شان ہے، پھر معاتبت کیسی؟

اِس اپنے تیسرے اشکال کا جواب امام رازیؒ نے یوں دیا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ آپ کو صحابہؓ کی تادیب اور محاسنِ اخلاق کے سلسلہ میں زجر و توبیخ کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن یہاں پر چونکہ مالداروں، اور باحیثیت حضرات کو فقراء و مساکین اسلام پر تقدیم کا واہمہ موجود ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ دُنیا کو دین پر ترجیح دی جارہی ہے اِس لئے یہاں عتابِ خداوندی کا نزول برمحل ہے اور اس وہم کو ختم کرنے کے لئے ہے۔

اِس تیسرے سوال کے جواب سے مصنف نے اختلاف کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ اس واقعہ سے دین پر دُنیا کی ترجیح یوں نہیں لازم آتی کہ یہ کفار جن کے سامنے حضورؐ دعوتِ اسلام پیش کر رہے تھے، اگر اسلام لاتے اور مُسلمان ہو جاتے تو اُن کے ماتحت اور تابعداروں کی ایک بڑی جماعت بھی اسلام لے آتی اور اس طرح اسلام کی ترقی ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صنادید قریش کے لئے بہت کوشش کی۔

اِسی آیت سے عصمتِ انبیاء کے مخالفین نے استدلال کیا ہے کہ جب عتابِ خداوندی نے اس کام کے کرنے پر آگھیرا تو معلوم ہوا کہ یہ کام گناہ کا تھا، ورنہ قرآن اِس سختی سے کیوں پیش آتا۔

مصنف نے امام رازیؒ کے اعتراضات و سوالات کے درمیان جو اختلاف کئے اُن کو دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ابن ام مکتومؓ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ نا ملائم اور غیر مناسب نہ تھا البتہ افضل اور احتیاط کے منافی ضرور تھا، لہٰذا اب اس آیت سے عصمتِ انبیاء کے خلاف استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا اور یہ کہنا کہ انبیاء سے گناہ کا صدور ہوتا ہے" جیسا کہ اِس آیت سے ظاہر ہے' باطل ہو جاتا ہے:۔

اِسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے:۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۔	"اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ سایہ اور نہ دھوپ، اور زندے اور مُردے برابر نہیں ہو سکتے"
إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ۔	"اللہ جسکو چاہتا ہے سُنوا دیتا ہے اور آپؐ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے..جو قبروں میں مدفون ہیں" (پ ۲۲ ع ۱۵)

اِس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مومن و کافر کی مثال بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ اِس آیت میں الاعمیٰ سے مراد جاہل و کافر ہے اور البصیر سے مراد عالم و مومن ہے۔ اسی طرح الظلمات کے معنی یہاں پر کفر اور النور کے معنی ایمان کے ہیں، ایسے ہی الظل سے مراد جنت اور الحرور سے مراد جہنم ہے اور الاحیاء یہاں علماء اور مومنین کے معنی میں ہے، اور الاموات کے معنی جہال اور کفار کے ہیں۔

اِس آیت کے ضمن میں بھی مصنف نے بہت سی مفید اور علمی بحثیں سوال و جواب کے طور پر درج کی ہیں، خوفِ طوالت سے ہم انھیں درگزر کرتے ہیں۔

اِس سلسلہ کی تیسری آیت جسے مصنف نے آخر میں ذکر فرمایا ہے یہ ہے:۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي	"اور جو شخص میری اِس نصیحت سے
فَاِنَّ لَهٗ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَّ	اعراض کریگا تو اُسکے لئے تنگی کا
نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم
اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْ	اُسکو اندھا کرکے اُٹھائیں گے، وہ
اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔	کہے گا اے میرے رب! آپنے مجھکو
(پ ۱۶ ع ۱۶)	اندھا کرکے کیوں اُٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا"

باتفاق مجاہد و ضحاک و مقاتل یہاں اعمیٰ سے مراد وہ شخص ہے جو قیامت کے دلائل پیش کرنے سے قاصر ہو۔ اور سعیدؒ بن جبیر کی روایت کے بموجب حضرت ابن عباسؓ کی بھی ایک روایت یہی ہے:۔

اِس آیت پر بھی مصنف نے اپنے مخصوص انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے بڑی معلومات فراہم کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ ان آیتوں میں جہاں جہاں اعمیٰ اور اندھے کا ذکر آیا ہے اُس سے مراد کفار، جہال وغیرہ ہیں، وہ مسلمان مراد نہیں جن کی بصارت غائب ہو چکی ہے۔

انبیاءؑ اور عمیٰ!

چھٹے مقدمہ میں مصنف نے یہ بحث چھیڑی ہے کہ آیا انبیاءؑ پر عمیٰ کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ اِس سلسلہ میں فریقین کے دلائل اور استدلالات کو پورے طور پر ذکر فرما کر فقہاء کے صحیح مذہب کی ترجمانی کی ہے اور اس کے خلاف سوالات و اعتراضات کے جواب دئے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ انبیاءؑ کے لئے اندھا ہونا جائز نہیں ہے اس لئے کہ نبوّت کا مرتبہ بہت بلند و بالا ہے اور وہ اس سے بری ہے، اور جو مشہور ہے کہ حضرت شعیب و اسحاق علیہم السلام اندھے تھے، اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ قرآن کریم میں کوئی قطعی نص اس سلسلہ میں موجود نہیں ہے جس کے سامنے ہم مجبور ہوکر تسلیم کرلیں، اور جب ان لوگوں کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ دوہراتے ہوئے:۔

وابیضت عیناہ	"اور غم سے اُن کی آنکھیں
من الحزن (پ ۱۳ ع ۴)	سفید پڑ گئیں"

پڑھا جاتا ہے کہ دیکھو یہ نص صریح ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کے اندھے ہونے پر۔ یا اِسی طرح سے:۔

فَارْتَدَّ بَصِیْرًا۔ (پ ۱۳ ع ۵) "اُن کی آنکھیں کُھل گئیں"، پڑھ کر بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو ان دونوں ٹکڑوں سے یہ بات بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اندھے ہو گئے تھے کیوں کہ آنکھ میں سفیدی اُسی وقت آتی ہے جب اس کا سیاہ پن ختم ہو جاتا ہے اور اسی سیاہ پن کے ختم ہونے ہی کا نام تو اندھا پن ہے یا دوسرے ٹکڑے میں فرمایا گیا ہے کہ "فارتد بصیرًا" ظاہر ہے کہ ایک حالت سے لوٹ کر پہلی حالت پر واپس ہونا ہی ارتداد ہے۔ اور پہلی حالت میں وہ بصیر اور بینا تھے جس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے، کہ جس حالت سے لوٹ کر پہلی حالت پر آئے وہ اندھے پن کی

حالت تھی۔

اس کا جواب بھی ان کے پاس ہے، وہ کہتے ہیں کہ "ابیضت عیناہ" کنایہ ہے بہت زیادہ رونے اور غلبۂ بکاء سے، جیسے کہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے کہ

(۱) وقفت کانی من وراء زجاجۃ
الی الدار من فرط الصبابۃ انظر

(ترجمہ) "فرط محبت کے سبب شیشہ کے پیچھے کھڑا ہو کر میں محبوب کے گھر کی طرف دیکھ رہا ہوں۔"

(۲) فعیناي طورا تغرقان من البکاء
فاغشی وطورا یحسران فابصر

(ترجمہ) کبھی میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں تو میں اندھا ہو جاتا ہوں اور کبھی رونے سے عاجز آجاتی ہیں تو بینا بن جاتا ہوں"۔

دیکھیئے شاعر کا دعویٰ یہ ہے کہ اسکی آنکھیں جب روتے روتے آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں تو وہ اندھا ہو جاتا ہے، اور اُسے کچھ نظر نہیں آتا، اور جب اس کے اشک رُک جاتے ہیں تو اس کی بصارت لوٹ آتی ہے اور وہ دیکھنے لگتا ہے، شاعر کا قول "من وراء زجاجۃ" کنایہ ہے بہت زیادہ رونے سے، کیوں کہ آنسو جب اس کی آنکھ میں جم جاتا ہے تو اس کی مثال اُس شیشہ کی ہو جاتی ہے جس پر نظر کام نہیں کرتی، اور جب یہ کیفیت ہوتی ہے، تو آنکھ سفید ہو جاتی ہے، اسی طرح اس آیت میں بھی آنکھ کے سفید ہونے کا سبب یہی غلبۂ بکاء ہے نہ کہ حقیقی معنی میں اندھا ہونا۔

آیت کے دوسرے ٹکڑے کا جواب یوں دیا ہے کہ اس بارے میں مفسرین کی دو رائے ہیں۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بالکلیہ اندھے ہو گئے تھے۔ دوسری جماعت کا خیال ہے، کہ غم اور آلام و حزن کی کثرت کے سبب آپ کی بصارت میں ضعف پیدا ہو گیا تھا لہذا جب حضرت یوسفؑ کی قمیص اُن کے منہ پر ڈال کر اُن کے زندہ ہونے کی بشارت دی گئی تو اُن کی خوشی دوبالا ہو گئی اور دُکھ درد دُور ہو گئے۔ جس کی وجہ سے اُن کی بصارت قوی اور مضبوط ہو گئی، اور جو نقص پیدا ہو گیا تھا وہ ختم ہو گیا۔

اور نبوت کے شایاں بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی سلیم الاعضاء، صحیح سالم، خوش خلق، معتدل مزاج ہو، اس وجہ سے فقہاء نے صاف صاف لکھا ہے کہ امام کا اندھا ہونا جائز نہیں ہے۔ اور امام شافعیؒ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ قاضی کو اندھا نہیں ہونا چاہیئے اور دوسری روایت جو جواز کی ہے تو صرف اس وجہ سے کہ بعض انبیاءؑ مثلاً حضرت شعیب علیہ السلام وغیرہ کے اعمیٰ ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔

پھر یہ بھی ہے کہ مقام نبوت مقام قضاء سے بہر حال اہم ہے لہذا اگر کوئی اندھا قاضی کے مرتبہ پر فائز ہو جائے تو ضروری نہیں کہ نبوت کے لئے بھی اس کا جواز نکالا جائے۔ (باقی دارد)

ناشر:- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

(قسط نمبر ۴)

چوتھی قسط:۔

کورستان کی علمی سیر

(از مولانا خالد کمال مبارک پوری)

اعمیٰ سے متعلق اخبار و آثار!

اس سلسلہ کی پہلی حدیث وہ ہے جو بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے اور حضرت ابوہریرہؓ نے حضورؐ کی زبانی یہ حدیث یوں سماعت کی ہے کہ:۔

"بنی اسرائیل کے تین افراد کو اللہ تعالےٰ نے ابتلاء و آزمائش کے لئے منتخب فرمایا، ان میں سے ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، اور تیسرا اندھا تھا۔

چنانچہ پہلے اللہ تعالےٰ نے کوڑھی کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس نے جاکر کوڑھی سے سوال کیا کہ تم کو دنیا میں کونسی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اس نے جواب دیا، مجھے اس وقت خوبصورت جلد اور عمدہ رنگ کی ضرورت ہے تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کی نفرت ختم کی جاسکے، یہ سنکر فرشتہ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر پھیر دیا، پھر کیا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس کا کوڑھ ختم ہوگیا اور اس کی جگہ عمدہ قسم کا رنگ اور بہترین جلد نظر آنے لگی۔ پھر سوال کیا تم کو کونسا مال پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے سب سے محبوب اونٹ کی مالیت ہے۔

چنانچہ فوراً ایک حاملہ اونٹنی حاضر کی اور دعا دی کہ اللہ تعالےٰ اس میں برکت دے۔ اس کے بعد وہی فرشتہ گنجے کے پاس آیا، اور کہا تجھے کونسی شے زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے خوبصورت کالے بال درکار ہیں تاکہ میرا گنجاپن دور ہوجائے اور لوگ مجھ سے نفرت کرنا چھوڑ دیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کے بال کو سیاہ چمکدار بنا دیا۔ پھر اس سے وہی سوال کیا، تجھے کس قسم کے مال سے رغبت ہے؟ اس گنجے نے جواب دیا، گائے سے زیادہ انسیت ہے۔ فرشتے نے ایک حاملہ گائے اسکے حوالہ کی، اور دعا دیتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالےٰ تجھے اس مال میں برکت عطا فرمائے۔

اس کے بعد اندھے کے پاس پہونچا، اور اس سے وہی

بقیہ فضلائے دیوبند اور علمائے عہد

محنت اور شوق سے پڑھانا شروع کیا۔ الحاصل پانچ سال تک ہر ایک علم و فن کی بڑی چھوٹی معتدبہ کتابیں پڑھائیں۔ بعد میں پھر دیوبند دوبارہ جانے کا شوق پیدا ہوا جسکی وجہ پہلے معلوم ہوچکی ہے

دار العلوم دیوبند میں میرا دوبارہ داخلہ!

یہاں بہت سی باتوں کو لپیٹ کر مقصد کو بیان کر رہا ہوں کہ الحاصل جب مجھے پڑھاتے ہوئے مدرسہ عزیزیہ میں پانچسال ہو گئے اور ایک علم و فن سے معتدبہ بڑی چھوٹی کتابیں پڑھا چکا تو حضرت الاستاذ الکشمیری کی مجالس تدریسی میں دوبارہ شامل ہونے کا بے پناہ شوق پیدا ہوا، آپ کی درسی خصوصیات و تحقیقات نے قلب و دماغ میں چکر لگانے شروع کئے یہانتک کہ طبیعت تدریس سے اکتانے لگی، اور یوماً فیوماً شوق تیز ہی ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس شوق و مقصد کے پورا کرنے کے لئے اپنے محسن اور مربی اور استاذ حضرت مولانا نور احمد قدس سرہ امرتسری سے مشورہ لینا ضروری محسوس ہوا (باقی باقی)

سوال کیا کہ تجھے کونسی چیز اس وقت زیادہ محبوب ہے؟ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، اس نے کہا، بس اللہ سے یہی دُعاء ہے کہ میری بصارت واپس فرمادے اور بس۔ یہ سُنکر فرشتہ نے ہاتھ پھیرا، اور وہ پہلے کی طرح بینا اور صاحب بصارت ہوگیا، پھر پوچھا، کونسے مال سے تمہیں زیادہ انسیت ہے؟ اندھے نے جواب دیا، بکری مجھے تمام مالوں میں مرغوب ہے، لہٰذا اسے ایک زیادہ بچّے جننے والی بکری عطا کی۔

لوگوں نے دیکھا کہ کوڑھی کے پاس اِس قدر اونٹ ہوگئے تھے کہ اُن کے لئے مستقل ایک وادی درکار تھی۔ اِسی طرح گنجے کی گائے نے بھی خوب بچّے دئے اور ایک وادی گایوں سے بھر گئی، اور اندھے کی بکری بھی خوب پھلی پھُولی اور اس نے اِتنے بچے جنے کہ ایک پہاڑی ان کے لئے ناکافی شمار کی جانے لگی۔

کچھ دِنوں کے بعد وہی فرشتہ کوڑھی کے پاس جذام زدہ کی شکل وصورت میں حاضر ہوا، اور کہا، میں ایک غریب مُسافر ہوں سفر کر رہا تھا کہ میری سواری کھوگئی لہٰذا اب وطن تک پہونچنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی سوائے اِس کے کہ اللہ تعالیٰ کوئی راہ نکالے اور تو میری مدد کرے میں اللہ تعالےٰ کا واسطہ دے کر تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں تاکہ میں اپنا سفر کرکے منزلِ مقصود تک پہونچ سکوں۔ کوڑھی نے طنزیہ کہا، تمہارے حقوق تو بہت زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ فرشتے نے کہا:۔ مجھے ایسا خیال آتا ہے کہ میں تم کو پہچان رہا ہوں، اچھا بتلاؤ کیا تم کوڑھی نہیں تھے؟ تم سے لوگ نفرت نہیں کرتے تھے؟ کیا تم فقیر نہیں تھے؟ تمہیں اللہ تعالےٰ نے مالدار بنایا، اس نے کہا، تم غلط کہتے ہو یہ مال تو مجھے باپ، دادا کی وراثت میں ملے ہیں۔ فرشتے نے کہا، اگر تم اِس وقت جھُوٹ بول رہے ہو، تو اللہ تعالےٰ تمہیں تمہاری پہلی حالت پر لوٹادے۔

اِسکے بعد گنجے کے پاس آیا، اُس سے وہی سوال کیا جو کوڑھی سے کرچکا تھا، اس نے وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا فرشتے نے گنجے سے بھی یہی کہا کہ اچھّا اگر تم جھُوٹ بولتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں پہلے جیسا گنجا بنادے۔

وہاں سے ہوکر اندھے کے پاس اندھا بنکر پہونچا، اُس سے بھی وہی سوال کیا، اندھے نے اُس کا سوال سُنکر اللہ تعالیٰ کا شُکر ادا کرتے ہوئے کہا، بے شک میں اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میری بینائی لوٹادی، لہٰذا تم جو چاہو لے لو، اور جو چاہے چھوڑ دو میں راضی ہوں۔ تم اللہ کے لئے جو چیز بھی لوگے میں بخوشی بخشدوں گا۔

فرشتے نے کہا، مُبارک ہو، تم اپنا مال اپنے پاس رکھو مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں تو اللہ تعالےٰ کی جانب سے تمہارا اِمتحان لینے کے لئے آیا تھا، خُدا کا شُکر ہے کہ تم اِس اِمتحان میں کامیاب ہوئے اور اللہ تعالےٰ تم سے راضی ہوا، اور تمہارے دونوں ساتھی اِس اِمتحان میں فیل ہوگئے۔ اللہ تعالےٰ اُن سے ناراض ہے"۔

اِس واقعہ سے استنباط اور مُصنّف کا اِختلاف!

وزیر عون الدین یحییٰ بن محمّد بن ہبیرہ نے اِس حدیث کو اپنی کتاب "الافصاح" میں ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ ابتلاؤ آزمائش سلامتی کے ساتھ بہت صبر آزما ہوتی ہے، جیسا کہ اُوپر والے واقعہ سے ظاہر ہوا کہ کس آسانی سے تین میں سے دو سلامتی کے ساتھ تباہ و برباد ہوگئے۔ اور اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصیبت اور ابتلاء کے وقت صبر کرنا ہی بہتر ہوتا ہے کیوں کہ کوڑھی اور گنجے کے واقعہ سے یہ بات بالکل ظاہر ہوگئی کہ ان کے لئے مرض ہی بہتر تھا صحت وعافیت اُن کے لئے مضر ثابت ہوئی، اگر بیماری کے ساتھ خدا کا شُکر ادا کرتے رہتے، اور اس پر سختی سے صبر کیا کرتے تو تباہی ان کے سر نہ آتی۔ نیز یہ حدیث اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالتی ہے کہ جو شخص کسی مصیبت، پریشانی میں مبتلا ہو، اور اللہ تعالےٰ سے دُعاء کرے اور اپنی دُعاء کا کوئی وقتی اثر نہ دیکھکر قدرت خداوندی کے ساتھ بدگمانی کرے

تو ایسوں کو خدا سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے، اور ایسے فاسد خیالات کو دل سے نکال دینا چاہئے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بھلائی خوب سمجھتا ہے، اور ان کے لئے وہی مقدر فرماتا ہے جو اُن کے لئے مناسب ہو، اور بندہ تو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے اُس کے اثرات و انجام سے بالکل ناواقف ہوتا ہے۔

وزیر عون الدین کے اس نظریہ سے اختلاف کرتے ہوئے مصنّف فرماتے ہیں کہ یہ خیال ٹھیک نہیں ہے کیونکہ واقعہ کے بالکل خلاف ہے اِس لئے کہ مذکورہ بالا واقعہ سے متعلق تینوں افراد اگرچہ دُعا مانگنے میں ساتھ تھے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کی دُعا قبول ہو جائے۔ چنانچہ یہاں پر صرف اندھے کی دُعا مقبول ہوئی اور گنجے و کوڑھی کی دُعا مقبول نہ ہوئی۔

چنانچہ ہر انسان کے لئے بھلائی اس میں ہے کہ وہ عافیت اور صحت کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ سے مصائب سے بچنے کی دُعاء کرتا رہے، اور اس کی رضا پر راضی رہنے کی توفیق طلب کرے تاکہ دونوں صورتوں میں اُسے کامیابی نصیب ہو۔

رہا یہ سوال کہ اللہ تعالےٰ نے اندھے کو نجات دی، اُسکی مُراد پوری کی، اور کوڑھی اور گنجے کو ناکام کرکے تباہ و برباد کیا، تو یہ اللہ تعالےٰ کے ان اختیارات و اقتدار کا ادنیٰ نمونہ ہے جس کے لئے علت تلاش کرنا اور اس کے جواز کی عقلی دلیل تلاش کرنا بے سود ہے۔ وہ رموز و اسرار کی باتوں کو خوب جانتا ہے، وہ اپنے فاعل مختار ہونے کی حیثیت سے ہر کام کرنے کا مجاز ہے۔ اِس سے کوئی سوال نہیں ہو سکتا، البتہ وہ دوسروں سے اُن کے افعال پر پوچھ گچھ یقیناً کر سکتا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

لا یُسئَلُ عمّا یفعل وھم یُسئلون۔ ﴿ ﴾ "وہ جو کچھ کرتا ہے اُس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا، اور اَوروں سے باز پرس کی جا سکتی ہے"۔ (القرآن الحکیم)

ابتلاء و آزمائش کے سلسلہ میں ایک عربی شاعر اللہ تعالےٰ کے اختیارات و اقتدار کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

قد ینعم اللّٰہ بالبلوی وان عظمت ﴿ ویبتلی اللّٰہ بعض القوم بالنعم ﴿ "کبھی اللہ تعالےٰ آزمائش کے پردہ میں انعام کرتا ہے اور کبھی بعض اقوام کو نعمتیں دے کر آزماتا ہے"۔

اِس سلسلہ کی دوسری حدیث جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے طریقہ سے مروی ہے کہ:۔

"حبیبؓ بن فدیک اپنے باپ کو لیکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اُن کے باپ کی دونوں آنکھیں سفید ہو چکی تھیں جسکی وجہ سے بصارت بالکل کام نہ کر سکتی تھی، اُن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس سلسلہ میں سوال کیا تو اُنہوں نے بتلایا کہ میں ایک دن اپنے اونٹ کو باندھ رہا تھا کہ ایک اندھے سانپ پر میرا پاؤں پڑ گیا جسکے نتیجہ میں میری دونوں آنکھیں سفید پڑ گئیں۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آنکھوں میں دم کیا، اور اُن کی آنکھیں روشن ہو گئیں"۔

راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسّی برس کی عمر میں اُنکو دیکھا کہ وہ سوئی کے سوراخ میں دھاگہ ڈال رہے ہیں۔

اِس حدیث کی تائید میں مصنف نے ایک دوسری حدیث کا تذکرہ کیا ہے جو حضرت قتادہؓ کی آنکھ سے متعلق ہے، خود حضرت قتادہؓ کا بیان ہے کہ:۔

"ایک مرتبہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کمان کا ہدیہ پیش کیا گیا، آپؐ نے اُحد کے موقع پر وہ کمان مجھے عطا فرمائی، میں اُس کمان سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر کفار کی طرف تیر برسا رہا تھا کہ اچانک وہ کمان ٹوٹ گئی، اور میں خالی ہاتھ کھڑا ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والے تیروں کا مقابلہ کرنے لگا، آخری تیر آ کر میری آنکھ پر لگا، جس کے نتیجے میں میری آنکھ چہرے پر آ گئی، اور میں اپنی ہتھیلی پر آنکھ کو لئے ہوئے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؐ نے میری آنکھ میرے ہاتھ میں دیکھی تو آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور فرمایا:۔

اللھم قتادۃ فدی وجہ نبیک بوجھہ فاجعلھا احسن عینیہ واحدھما نظرا۔ "اے اللہ قتادہؓ نے تیرے نبی پر اپنی آنکھ فدا کر دی تو اُسکی آنکھ کو حسین بنادے اور اسکی روشنی زیادہ کردے"۔

اِس دُعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ کی آنکھ حسین اور پہلے سے زیادہ روشن ہوگئی۔

اِس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد مصنّف فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کا معجزہ پہلی حدیث سے بڑھا ہوا ہے کیوں کہ پہلی حدیث میں قدرک کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں اور انہیں آپ نے دم کرکے یا لعابِ دہن لگا کر روشن فرمایا، ایسا کرنا اِس حدیث کے اعتبار سے آپ کے لئے آسان تھا کیوں کہ قتادہؓ کی آنکھ نکل کر ہاتھ پر آگئی تھی، اِس کے باوجود آپ نے پہلے سے زیادہ اچھی حالت میں کر دیا۔ اِس واقعہ سے متاثر ہوکر مشہور شاعرِ عرب خرنق الاوسی نے کہا تھا ؎

(۱) ومنا الذی سالت علی الخد عینہ
فردت بکف المصطفٰی احسن الرد

ترجمہ:۔ ہم میں بعض ایسے بھی ہیں کہ جنکی آنکھ چہرے پر آ رہنے کے باوجود آنحضورؐ کی بابرکت ہتھیلی ہی بہت عمدہ طریقے سے لوٹائی گئی۔

(۲) فعادت کما کانت لاحسن حالہا!
فیا طیب ماعین ویا طیب ما ید

ترجمہ:۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے سے زیادہ بہتر حالت میں ہوگئی، واللہ! کیا کہنا ایسی آنکھ کا اور کیا کہنا ایسے ہاتھ کا ۔

آشوبِ چشم کے متعلق آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

لا تکرھوا الرمد فانہ یقطع عروق العمی ۔ (الحدیث)
"آشوبِ چشم سے نفرت نہ کرو، کیوں کہ وہ اندھے پن کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔"

ابراہیم تیمیؒ کا قول ہے:۔

کفی بالمرء حسرۃ ان یفسح اللہ فی بصرہ فی الدنیا ولہ جار اعمی فیاتی یوم القیامۃ اعمی وجارہ بصیرًا ۔
"انسان کی حسرت کے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اُس کی بینائی میں وسعت دے اور اس کے پڑوسی کو اندھا بنائے پھر قیامت کے دن وہ تو اندھا اُٹھے اور اُس کا پڑوسی بینا۔"

اُمّتِ محمّدیہ کی مشہور و معروف عابدہ حضرت عفیرہ بنت ولید بصری نے ایک مرد کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ:۔ "بینائی کے بعد اندھے پن کا آنا انسان کی موت ہے"۔ تو انہوں نے جواب دیا، اے بندۂ خدا! اللہ تعالیٰ کی یاد کو بھلانا اور دل کا اندھا ہونا دنیا میں آنکھ کے اندھے ہونے سے زیادہ نقصان دہ اور مضر ہے، کاش کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبّت کا جذبہ عطا کر دے۔

قاسم بن محمّد کے اندھے ہو جانے کے بعد ایک شخص نے مزاحاً کہا، آپ کے چہرے کی سب سے زیادہ حسین چیز آپ سے چھین لی گئی۔ انہوں نے جواب دیا، تم ٹھیک کہتے ہو، میں بیکار چیزوں کے دیکھنے سے روک دیا گیا، اور اس کے عوض مجھے غور و فکر اور سوچنے سمجھنے کا مادہ عطا کیا گیا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے بھائی مبارک نے اُن کے پاس خط لکھا، اور اُس میں اپنے اندھے پن کی شکایت درج کی۔ سفیان ثوریؒ نے اس کے جواب میں بھائی کو اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ان الفاظ میں جواب دیا:۔

امّا بعد فقد فہمت کتابک فیہ شکایۃ ربک فاذکر الموت یھن علیک ذھاب بصرک والسلام ۔
"اما بعد میں نے تمہارا خط پڑھا معلوم ہوا کہ تم نے اپنے رب کی شکایت کی ہے لہذا اب تم موت کو یاد کیا کرو، وہی تمہاری بصارت کی رخصتی کو آسان کریگی والسلام"

حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

من قاد اعمی اربعین خطوۃ لم تمسہ النار ۔ (الحدیث)
"جو شخص کسی اندھے کی چالیس قدم رہبری کریگا اُسے جہنّم کی آگ نہ چھوئے گی"۔

امام فخر الدین رازی اپنی کتاب "اسرار التنزیل" میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے شادی کی، اور دخول سے پہلے ہی عورت کو ایک ایسا مرض لاحق ہوا جسکی

وجہ سے اُس کی آنکھیں جاتی رہیں۔ یہ دیکھ کر اُس کے شوہر نے
مشہور کردیا کہ میری بصارت میں ضعف پیدا ہو رہا ہے۔ پھر
کچھ دنوں کے بعد کہنے لگا کہ میں اندھا ہوگیا۔

چنانچہ وہ عورت حسب دستور آئی، اور اس کے یہاں
رہنے سہنے لگی، اور بیس برس تک زندہ رہی، بیس برس کے
بعد جب عورت کا انتقال ہوا تو اس نے اپنی آنکھیں کھولیں
یہ دیکھ کر لوگوں نے اُس سے پوچھنا شروع کیا کہ یہ کیا واقعہ ہے
اُس نے بتلایا کہ میں اندھا نہیں ہوا تھا بلکہ اندھا بنا تھا تاکہ
میری بیوی کو غم نہ ہو۔

شبلی کا ایک واقعہ مصنف نے شبلی کی زبانی یوں
نقل فرمایا ہے کہ ایک دن میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا
کہ میں بخیل ہوں، مجھے اس کا تجربہ کرنا چاہئے۔ یہ سوچکر
میں نے دل میں پختہ ارادہ کرلیا، آج جو کچھ ہاتھ آئے گا
اُسے اُس شخص کو بخشدوں گا جس سے پہلے مڈبھیڑ ہو۔

یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک خادم دارالخلافہ سے آیا
اور ایک تھیلی لاکر میرے سامنے رکھ دی جس میں پچاس
شرفی دینار تھے، میں اسے لیکر گھر سے نکل پڑا، کچھ
دُور گیا تھا کہ ایک باربر نظر آیا، جو اندھے کا سر مونڈ رہا تھا
لہٰذا میں نے وہ تھیلی اپنے ارادہ کے مطابق اندھے کی
طرف بڑھائی، اندھے نے لاپرواہی سے کہا، حجام
کو دے دو، جب میں نے اُس کے کہنے کے مطابق حجام
کی طرف وہ تھیلی بڑھائی، تو حجام نے کہا کہ میں نے یہ
نیت کی ہے کہ میں اِس اندھے کی حجامت فی سبیل اللہ
بناؤں گا۔ میں نے کہا، ارے بھائی! اس میں "سونا"
(اشرفی) ہے، یہ سُنکر اندھے نے کہا، یہ کیا بخل،
اور کمینہ پن ہے؟ اِس کے بعد اس نے تھیلی اپنے ہاتھ
میں لیکر حجام کی جانب بڑھائی، حجام نے انکار کرتے
ہوئے پھر وہی جملے دوہرائے کہ میں نے تو للہ اِس اندھے
کا سر مونڈنے کی نیت کی ہے میں یہ اشرفی ہرگز نہیں لے
سکتا۔ حاصل کلام یہ کہ نہ وہ اشرفی اندھے نے لی، اور
نہ حجام نے، اور مجھے وہاں سے ناکام لوٹنا پڑا۔

مصنف نے اِس مقدمہ کا اختتام ایک ایسے واقعہ
سے کیا ہے جو بہت ہی اہم اور عبرت آموز ہے چنانچہ
وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض معتبر حضرات نے بیان کیا
کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں شریک تھے اور ہمارے ساتھ
حضرت شیخ ابوبکر ضریر بھی تھے، ہم نے دیکھا کہ جنازے
کے قریب دو بچے بیٹھ کر بلک رہے ہیں اور کہتے ہیں، کہ
"اے باپ! اب تمہارے بعد ہمارے لئے دُنیا میں کون
باقی ہے؟" جب شیخ ضریر نے سُنا تو کہا، وہی جو تم سے
پہلے ابوبکر ضریر کے لئے تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے
اِس مجمل کی تفصیل دریافت کی، تو شیخ ضریر نے یوں بیان
کرنا شروع کیا، میرے باپ فقیر تھے، وہ مٹی کے
برتن کی تجارت کرکے پیٹ پالتے تھے، اور میری ایک
بڑی بہن تھی، میری آنکھ تو بچپن ہی سے خراب تھی۔
ایک رات میری آنکھ کھلی تو میں نے سُنا کہ باپ والدہ سے
کہہ رہے ہیں کہ اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور تو بھی
ضعیف ہوچکی ہے اور ہماری موت کا وقت بھی قریب،
آگیا ہے پھر یہ شعر پڑھا ؎

وان امرأ قد سار خمسین حجۃ
الی منھل من وردہ لقریب

(ترجمہ):-

پھر کہا کہ یہ ہماری لڑکی تو خیر تندرست ہے لوگوں کی خدمت
کرکے اپنا پیٹ پال سکتی ہے لیکن یہ اندھا بچہ تو کسی کام
کا نہیں، کاش! مجھے معلوم ہوجاتا کہ اس کا انجام کیا
ہونے والا ہے، اسکے بعد جو رونا شروع کیا تو رات کی تاریکی
میں بہت دیر تک روتے رہے جسکی وجہ سے میں بہت غمگین ہوگیا۔۔۔

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

بقیہ "کورستان کی علمی سیر"

جب صبح ہوئی تو اٹھا اور حسب معمول مدرسہ چلا گیا تھوڑی
دیر بعد خلیفہ کا نوکر آیا، اور اُستاذ سے کہا، میری مالکہ نے آپکو
سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ رمضان کا مہینہ قریب ہے، آپ
کسی نابالغ[1] بچے کو متعین کردیں جو خوش الحان اچھا قاری
بھی ہو، اور ہم کو تراویح بھی پڑھا سکے، اُستاذ نے کہا کہ جو
بچہ اِس شرط پر پورا اُترتا ہے وہ اندھا ہے، خیر تم اُسے اپنے
ساتھ لے جاؤ، اور مجھے اشارہ کیا کہ تم اس کے ساتھ جاؤ
نوکر نے میرا ہاتھ پکڑا، اور لیکر محل میں پہونچا، میں نے
جاتے ہی سلام کیا، اور قرأت شروع کردی، ابھی میں نے
"بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہی پڑھی تھی کہ ملکہ رونے لگی،
اور جب میں آگے بڑھا تو اور زیادہ رونے لگی، اُس نے روتے
ہوئے کہا، میں نے آجتک ایسی تلاوت قرآن کبھی نہیں سُنی
تھی، یہ سُنکر مجھ پر رقت طاری ہوگئی، اور اب میں رونے لگا،
اُس نے میرے رونے کا سبب دریافت کیا، تو میں نے رات والا
واقعہ اُسکو کہہ سُنایا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے کہا،
بیٹے! تمہارا باپ کہتا ہے کہ تمہارا کون پرسانِ حال ہوگا؟ تو
سُنو تمہارا پرسانِ حال وہ ہوگا جو تمہارے باپ کو میسّر نہیں
ہوسکتا، اسکے بعد اُس نے میرے لئے ایک ہزار دینار کا حکم دیا
اور کہا کہ یہ لیجاکر اپنے باپ کو دو، وہ اس سے اپنی تجارت کو آگے
بڑھائے اور تمہاری بہن کی شادی کیلئے جہیز وغیرہ کا انتظام کرے
اسکے علاوہ میں تمہارے لئے ہر ماہ تیس دینار کا وظیفہ مقرر کرتی ہوں، اور
میرے لئے ایک خلعت فاخرہ اور عمدہ گھوڑے کا حکم دیا۔ یہی وجہ تھی کہ......

ع[1] نابالغ کی امامت جائز نہیں ہے۔